© rasailojaraid.com

دارالافتاء

حضرت مولانا ابوسعید عبدالعزیز السعیدی مرحوم

زوجین میں سے

ایک کی وفات پر زندہ کا میّت کو غسل دینا

مولانا موصوف جماعت اہل حدیث کے بلند پایہ عالم دین اور صالح الاعمال شخصیت کے حامل تھے۔ بیہقی زمان حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۶۱ء کے آخری شاگردوں میں سے تھے۔

آپ نے پنجاب کے دور افتادہ اور پسماندہ علاقہ منکیرہ ضلع بھکر میں گمنامی کی زندگی گزار دی اور اس علاقہ میں علم وعمل بالسنۃ کی شمع روشن رکھی اپنی اولاد کو علم دین سے آراستہ کیا۔ آپ کے دو بیٹے مولانا عمر فاروق سعیدی اور مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی معروف مدرسین میں سے ہیں۔ اور مولانا مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

مولانا موصوف کی ایک علمی تحریر اُن کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئی ہے جسے افادۂ عام کی غرض سے محدث میں شائع کیا جا رہا ہے۔

موصوف کے تفصیلی سوانح حیات محدث کی کسی قریبی اشاعت میں پیش کیے جائیں گے ان شاء اللہ!

ادارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرے پاس ایک فتویٰ بعنوان "بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اُس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں ؟" لایا گیا۔ مستفتی رفیع الدین صاحب ہیں۔ اور مفتی مولوی غلام حسین صاحب مدرس مدرسہ دارالہدیٰ بھکر۔ مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں یہ ارشاد فرمایا کہ "خاوند اپنی بیوی کی میت کو غسل نہیں دے سکتا"

چنانچہ اس سلسلہ میں وہ حضرت علیؓ کا حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو غسل دینا تسلیم کرتے ہوئے، یہ امر صرف حضرت علیؓ سے بطورِ خصوصیت کے بصورتِ استثناء پیش کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کے علاوہ امت میں سے کسی بھی دوسرے شخص کے لئے یہ فعل ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ایک ایسی حدیث، جو اپنی عدمِ سند و ثبوت کے اعتبار سے قابلِ احتجاج و استدلال نہیں، انھوں نے پیش کر دی ہے۔ مفتی صاحب نے اس حدیث کے راوی کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اور اس حدیث کی تخریج کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بطورِ حجت اور دلیل، اسے اختیار کرنے کے لئے اس حدیث کے مالہٗ وما علیہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ یہ حدیث اپنے الفاظ کے لحاظ سے کلامِ نبوت بھی تسلیم نہیں ہو سکتی رتا وقتیکہ اُس کو ہر طرح سے ثابت نہ کیا جائے۔ ورنہ " مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ " کے مطابق اس وعید میں آجانے کا خدشہ ہے۔

أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ۔

مفتی صاحب نے غسل نہ دے سکنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ :

" زوجین میں سے ایک کی روح قبض ہونے کے ساتھ ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور بعض فقہاء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر بیوی پہلے فوت ہو جائے تو یہ طلاقِ بائن کے حکم میں ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی کے حکم میں ہے۔ چنانچہ المیزان الکبریٰ للشعرانی جلد اوّل ص۲۱۹ میں ہے کہ :

" وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ اِنَّهٗ يَجُوْزُ لِلزَّوْجِ اَنْ يُّغَسِّلَ زَوْجَتَهٗ مَعَ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ فَالْاَوَّلُ مُخَفِّفٌ وَ الثَّانِيْ مُشَدِّدٌ۔ وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ ذٰلِكَ مَبْنِيٌّ عَلٰى اَحَدِ الْقَوْلَيْنِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنْ اَنَّ الْمَوْتَ کَالطَّلَاقِ الرَّجْعِیِّ وَوَجْهُ الثَّانِیْ مَبْنِیٌّ عَلٰی اَنَّہٗ طَلَاقٌ بَائِنٌ"

"اور کتاب (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ) مطبوعہ علی ہامش میزان الکبریٰ للشعرانی ص۲ج۱ میں ہے:

"وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ لِلزَّوْجَۃِ اَنْ تَغْسِلَ زَوْجَہَا وَھَلْ یَجُوْزُ لِلزَّوْجِ اَنْ یَّغْسِلَہَا قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا یَجُوْزُ وَقَالَ الْبَاقُوْنَ یَجُوْزُ"

یعنی ائمہ اربعہ کا اس میں تو اتفاق ہے کہ اگر بیوی کی زندگی میں خاوند مر جائے تو بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ مگر خاوند کی زندگی میں فوت ہو جانے والی بیوی کو خاوند غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا فتویٰ یہ ہے کہ خاوند غسل نہیں دے سکتا۔ اور باقی ائمہ ثلاثہ کا متفقہ فتویٰ یہ ہے کہ خاوند غسل دے سکتا ہے"

غور و فکر کا مقام ہے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ اگر بیوی کی زندگی میں خاوند فوت ہو جائے تو بیوی دوسرا نکاح کر کے اس کے نکاح سے نکل سکتی ہے۔ اور پھر ایسی صورت میں احناف کا یہ فتویٰ تحقیق طلب ہو جاتا ہے کہ ایسی صورت میں عورت خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔

مگر جب کہ بیوی فوت ہو جائے تو خاوند کو غسل کی اجازت نہیں، حالانکہ اگر خاوند اپنی اس فوت شدہ بیوی کے بعد دوسرا نکاح کرے تو اس بیوی کے بیوی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

مگر مفتی صاحب نقد و تحقیق سے عاری و بے نیاز ہو کر فتویٰ دیتے جا رہے ہیں۔
فَیَا لَلْعَجَبِ وَلِضَیْعَۃِ الْاَدَبِ۔

یہ حضرات اپنے مسلک کے اعتبار سے محض مقلد جامد ہیں۔ ان کو تحقیقِ حق اور ابطالِ باطل سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آہ:

"اِنَّھُمْ قَدْ اَطَاعُوْا سَادَتَہُمْ وَکُبَرَاءَہُمْ فَاَضَلُّوْھُمْ عَنْ سَبِیْلِ الرُّشْدِ وَالْھِدَایَۃِ"

اس مسئلہ میں ہمیں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پیشِ نگاہ رکھنا چاہیے اور حضرتؐ ہی کی اطاعت کو لازم کرنا چاہیے۔ بمطابق "مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"! اور بحکم: "اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل امت کے لئے سبق اور ہدایت اور اسوۃ العمل ہے۔

اس کے متعلق حدیث میں صاف اور مبرہن الفاظ میں ہے:

"وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِيْ فَغَسَلْتُكِ ثُمَّ كَفَّنْتُكِ ثُمَّ صَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ"

"حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کوئی حرج نہیں اگر مجھ سے پہلے تُو مر جائے گی تو میں خود تم کو غسل دوں گا، پھر کفن پہناؤں گا پھر تم پر نماز پڑھوں گا (جنازہ کی) اور دفن کر دوں گا"

(کشف الغمہ عن جمیع الامۃ۔ ج ۱ ص ۱۶۳)

یہی حدیث بلوغ المرام، کتاب الجنائز میں بحوالہ "احمد، ابن ماجہ وصححہ، ابن حبان" مروی ہے۔ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۲ ص ۹۰ پر اسی حدیث کی شرح میں علامہ محمد بن اسمٰعیل کحلانیؒ نے فرمایا:

"فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّغْسِلَ زَوْجَتَهٗ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ"

یعنی "اس حدیث میں اس امر کی دلیل اور صراحت ہے کہ مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کی میت کو خود ہی غسل دے"

یہی مضمون "تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر" میں علامہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ، صاحب فتح الباری نے مفصل بیان فرمایا ہے۔ فَلْيُرْجَعْ اِلَيْهِ! اس کے علاوہ بلوغ المرام میں بحوالہ دار قطنی یہ حدیث ہے:

"وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَوْصَتْ اَنْ يَّغْسِلَهَا عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ"

"یعنی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو حضرت علیؓ ہی غسل دیں"

چنانچہ حضرت اسماءؓ اور حضرت علیؓ دونوں نے غسل دیا۔

اس کے علاوہ سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب الجنائز میں یہ روایت بھی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرُ نِسَائِهٖ"

یہی الفاظ ایک مفصل حدیث میں ابن ماجہ میں بھی مروی ہیں۔ اور ابن ماجہ میں مفصل واقعہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے وقت صحابہؓ پریشان ہوئے اور یہ امر زیر بحث آیا کہ آپؐ کے پہنے ہوئے کپڑے اتار کر غسل دیا جائے یا کپڑوں سمیت؟ پھر کسی ہاتف کی آواز پر صحابہؓ کا یہ فیصلہ ہوا کہ کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے کپڑوں سمیت غسل دیا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت عائشہؓ نے مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ "اگر ہمیں اس الجھن کا علم پہلے ہو جاتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتؐ کی ازواج مطہراتؓ ہی غسل دیتیں۔" اس روایت کے متعلق سبل السلام ج ۲ ص ۹۹ میں ہے کہ:

"وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ"

"یہ روایت صحیح ہے"

اوپر کی ہر سہ روایاتِ مذکورہ کو دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ بطورِ اسوہ اور حکم کے ظاہر ہوتا ہے کہ:

(الف) مرد اپنی بیوی کی میت کو غسل دے سکتا ہے۔

(ب) عورت خود وصیت کر سکتی ہے کہ میری میت کو خاوند غسل دے۔

(ج) بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد، اکیلی یا سب مل کر اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہیں۔

ان روایات کے علاوہ "المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ" اور اس کی شرح "نیل الاوطار" شرح منتقی الاخبار۔ ج ۳ میں اور "سبل السلام" شرح "بلوغ المرام" ج ۲ ص ۹۹ بحوالہ بیہقی یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

"وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَوْصٰى اِمْرَاَتَهٗ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ اَنْ تَغْسِلَهٗ وَاسْتَعَانَتْ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رض لِضُعْفِهَا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ اَحَدٌ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ"

کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی اسماء بنت عمیسؓ کو وصیت فرمائی کہ وہ (بیوی) آپ (ابوبکرؓ) کو غسل دے۔ چنانچہ حضرت اسماءؓ نے ہی غسل دیا اور ضعیفی کی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی امداد لی۔ اور کسی نے بھی اس فعل پر انکار نہیں کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہی قول جمہور کا ہے۔"

انہی مذکورہ الفاظ کے قریب قریب مذکورہ واقعہ "کشف الغمہ عن جمیع الامۃ" للشعرانی ج ۱، مطبوعہ مصر ص۱۶۳ میں بھی ہے۔ لیکن کشف الغمہ میں اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غسل دینے والی روایت کو مؤطا امام محمدؒ میں اس سند اور الفاظ سے روایت کیا گیا ہے:

"أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَأَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غَسَلَتْ أَبَا بَكْرٍ حِينَ تُوُفِّيَ فَخَرَجَتْ فَسَأَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَتْ إِنِّي صَائِمَةٌ وَإِنَّ هٰذَا يَوْمٌ شَدِيدُ الْبَرْدِ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ؟ قَالُوا: لَا! قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَأْخُذُ لَا بَأْسَ أَنْ تُغَسِّلَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا إِذَا تُوُفِّيَ - الخ!"

یعنی "عبداللہ بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔ تو فارغ ہو کر جو مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، ان سے سوال کیا کہ "میں روزے سے ہوں اور آج سخت سردی ہے، کیا غسل دینے کی وجہ سے مجھ پر بھی غسل واجب ہے؟" سب نے متفقہ جواب دیا کہ "نہیں!" (چنانچہ) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ عورت اپنے فوت شدہ خاوند کو غسل دے۔"

اس حدیث پر مولانا عبدالحی لکھنویؒ "التعلیق الممجد" شرح "مؤطا امام محمدؒ" میں فرماتے ہیں:

"نَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهُ الْإِجْمَاعَ عَلَى جَوَازِ غُسْلِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الْعَكْسِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَجَازَهُ وَإِلَيْهِ مَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَآخَرُونَ وَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَهُ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ كَذَا ذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ"

(التعلیق الممجد ص۱۲۹ مطبع یوسفی)

یعنی "ابن المنذر اور دوسرے محدثین نے نقل کیا ہے کہ عورت کا مرد کو غسل دینے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جواز میں اجماع ہو چکا ہے۔ لیکن مرد کا عورت کو غسل دینے کے بارہ میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ اور دوسرے محدثین اسی طرف ہیں۔ مگر امام ثوریؒ۔ اوزاعیؒ۔ ابوحنیفہؒ اور اُن کے ساتھی، مرد کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ عورت کو غسل دے سکے۔"

روایاتِ مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ تمام محدثین، سوائے امام ابوحنیفہؒ کے، اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ زوجین میں سے ہر ایک دُوسرے کو (خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو) غسل دے سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ احناف کے لئے قابلِ غور مقام یہ ہے کہ بقول حنفیہ کے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا مدار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ پر ہے۔ لیکن حنفیہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ فقہ میں ان کے پیر و مُرشد کا اپنا عمل کیا ہے، خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو غسل دیا۔ اس کے متعلق کشف الغمہ عن جمیع الامۃ ج ۱، ص ۱۶۳ ملاحظہ ہو:

"وَغَسَلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ امْرَأَتَہٗ حِیْنَ مَاتَتْ۔"

یعنی "حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی جب فوت ہوئیں تو انھوں نے اپنی بیوی کو خود ہی غسل دیا۔"

اب ان تمام دلائل کے بعد کشف الغمہ کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

"وَکَانَتِ الصَّحَابَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ یَغْسِلُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ وَکَانَتْ نِسَاءُھُمْ تَغْسِلُھُمْ۔"

"صحابہ کرامؓ اپنی ازواج کو خود غسل دیا کرتے۔ اور اُن کی بیویاں اپنے خاوندوں کو غسل دیا کرتی تھیں۔"

یہ تمام مذکورہ دلائل ایک عالم اور صاحبِ بصیرت کے لئے کافی ہیں، اور اگر کوئی صاحب ان روشن دلائل کے باوجود چشمِ بصیرت سے کام نہ لے تو ہم بری الذمہ ہیں۔

—اور جہاں تک زوجین میں سے ایک کے فوت ہو جانے پر نکاح ٹوٹ جانے کا فتویٰ ہے، تو اُسے اگر تسلیم کر لیا جائے تو تمام صحابہ کرامؓ میں احدالزوجین کے فوت ہو جانے پر نکاح کا انقطاع تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور جب نکاح ٹوٹ گیا تو حشر کے بعد جنت میں ایسے لوگوں کے متعلق تو بڑی مشکل پیش آئے گی کہ نکاح ٹوٹ جانے کے بعد وہ عورت اپنے خاوند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو، اور خاوند اپنی عورت کو کسی صورت حاصل ہی نہیں کر سکے گا۔ حالانکہ قرآن کا ظاہر مفہوم اس کے خلاف ہے۔

ملاحظہ ہوں آیات:

۱۔ "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ" (سورۃ زخرف ع۷)

"تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہاری خاطر ہوگی۔"

(ترجمہ مولانا وحید الزمان)

۲۔ "اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۠" (الواقعہ ع۱)

"ہم ان کو ایک دم اٹھا کر کھڑا کر دیں گے۔ اور ان کو کنواریاں، پیاری پیاری، داہنے ہاتھ والوں کی ہم عمر بنا دیں گے۔"

۳۔ "وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔" (پ۱)

۴۔ "هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۔ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۔ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۔"

(سورۃ یٰس)

۵۔ "الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۭ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۔" (الرعد۔ رکوع ۳، پ۱۳)

"ان آیات میں بیویوں، باپوں اور اولاد کا جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے۔ فرمایا جائے کہ اگر زوجین میں سے ایک کی موت سے نکاح ہی ٹوٹ گیا تو جنت میں خاوند اور بیوی کیسے اکٹھے کئے جائیں گے، حالانکہ صراحتِ قرآن اس پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کی زندگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرح ایماندار جوڑے جنت میں بھی بفضل اللہ تعالیٰ اکٹھے ہوں گے۔ اور اُن کے نکاح کے ٹوٹ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو صحیح ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور اُن میں سے کوئی ایک بداعمال یا مشرک یا کافر ہو تو اُن کے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ اور وہ آخرت میں اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔ لیکن مومن مرد اور مومن عورت کے نکاح کے ٹوٹ جانے کا مسئلہ اختراع کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اور دفع دخل مقدر کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مستقل ہے کہ عورت کی زندگی میں اگر مرد کی موت واقع ہو جائے تو عدت کے بعد نکاح ثانی کرنا عورت کی مرضی اور خواہش پر موقوف ہے۔ اور اگر عدت گزارنے کے بعد بھی عورت اپنے سابق نکاح میں زندگی گزارنا چاہے تو اس کے اور اُس کے خاوند کے تعلق میں انقطاع پر کوئی دلیل ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم کی آیاتِ مذکورہ میں خاوندوں اور بیویوں کا ذکر موجود ہے۔

اور بالفرض اگر خاوند کی موت واقع ہونے پر نکاح تو ٹوٹ گیا مگر عورت پھر بھی نکاح ٹوٹ جانے کے بعد، اُسی گھر میں اُسی سابق خاوند سے متعلق اور نسبتِ نکاح کے ساتھ مربوط ہو کر زندگی گزارتی ہے تو ایسی حالت میں مفتیانِ کرام اس عورت کو اسی خاوند کے گھر میں زندگی گزارنے کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟

حالانکہ بعض عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں اور اُن کی اولاد بھی نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ عورتیں اپنے خاوند کے حق نکاح میں زندگی گزارتی ہیں۔ یہ کیوں؟

علاوہ ازیں سورۂ نساء میں وراثت کا قانون بیان کیا گیا ہے۔ پھر نکاح ٹوٹ جانے کے بعد عورت یا خاوند ایک دوسرے کے وارث کیوں کر اور کس دلیل سے تسلیم کئے جاتے ہیں؟ حالانکہ قرآن کے الفاظ میں بصراحت "وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ الخ" "وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ" وغیرہ میں باقاعدہ خاوند اور بیوی بعد از مرگ بھی تسلیم کئے گئے ہیں۔

اور اگر خاوند کی زندگی میں بیوی مر جائے، تو بقولِ مفتیانِ حنفیہ کے نکاح ٹوٹ گیا۔ لیکن وہ خاوند بھی اپنی مُردہ بیوی (جس کے مر جانے سے نکاح ٹوٹ گیا) کا وارث بنتا اور وراثت حاصل کرتا ہے، تو یہ بہت بڑی دلیری اور جسارت ہے۔ اور ایسے شخص پر یہ آیت وارد ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس آیت کا یہ مدلول نہیں، تاہم اس کا مفہوم ایسے شخص پر منطبق ہو سکتا ہے،

© rasailojaraid.com